ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء · عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً

غلام احمد قادیانی

نمبر ۸۳۵ رجسٹرڈ ایل

تار کا پتہ الفضل قادیان بٹالہ

THE ALFAZL
QADIAN

اخبار ہفتہ میں تین بار

الفضل قادیان

فی پرچہ تین پیسے

ایڈیٹر غلام نبی

جماعت احمدیہ کا مسلمہ آرگن جسے (۱۹۱۳ء میں) حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح ثانی نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا

نمبر ۵۱ · مورخہ ۶ نومبر سنہ ۱۹۲۴ء · یوم پنجشنبہ · مطابق ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۳ھ · جلد ۱۲

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

وینس (اٹلی) سے جہاز پر سوار ہو گئے

جناب مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کا تار بنام حضرت مولوی شیر علی صاحب مظہر ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ ۳۰ اکتوبر کو پیرس سے روانہ ہوئے اور ۲ نومبر کی رات کو وینس (اٹلی) سے جہاز پر سوار ہو گئے۔

الحمد للہ

نظم

جذبات

(از برادر بشیر احمد صاحب ابن حضرت حقانی مرحوم)

گذشت فصلِ خزاں موسم بہار آمد
صدائے کو کوئے قمری زشاخِ سرو رسید
بنفشہ سنبلِ مشکیں کنارِ آب کشاد
عروسِ گل بدریدہ جامہ از مستی
پُر است دامنِ عنبر از لولوئے لالا،
سیاہ لکہ ابرہے زدامن کہسار
بیار شیشہ صہبائے تیز مرد افگن
بساطِ عیش بچینید و بادہ پُر بکشید

خجستہ بہار، بہاری زکوہسار آمد
ندائے نغمۂ شیرین صد ہزار آمد
نسیم نکہتِ صد نافۂ تتار آمد
نہال مستِ لبِ جوئے پُر خمار آمد
شرارِ عشق کسے در تنِ چنار آمد
خیرہ مست بصہبا و خوشگوار آمد
کہ ساقی آمد و مردانہ شہسوار آمد
کہ شمعِ محفلِ ما۔ یارِ گلعذار آمد

چہ یار؟ آنکہ بحسن است رشکِ صد مہر
چہ مہر؟ مہر یکہ پرتاب و نور بار آمد

چہ نور؟ نور یکہ خود پارۂ ز حُسنِ ازل
برائے دیدۂ بینائی روزگار آمد

چہ روزگار؟ کہ باشد بکامِ او ہر دم
کہ مستند ز خداوند کردگار آمد

طلوعِ شمسِ منوّر ستارگان راکشت
پیادہ رفت ز میدان و شہسوار آمد

بخاست شورِ قیامت ز نشرِ اہلِ قبور
کہ وقتِ وقتِ مسیحائے نامدار آمد

شکست رنگِ بتانِ فرنگ عرشش بود
خراب باعثِ مغاں رفت۔ ہوشیار آمد

شقی راندہ درگاہِ فیض بارِ او
بہ بزمِ احمدؐ مرسل خطا شعار آمد

کانفرنس مذاہب لنڈن کی روداد

ٹائمز آف انڈیا کے خاص نامہ نگار کے قلم سے

(چودھری فضل احمد خان صاحب نے ترجمہ کیا)

اخبار مذکور کے ۱۲ اکتوبر ۱۹۲۶ء کے پرچہ میں حسب ذیل مضمون شائع ہوا ہے نامہ نگار مذکور جلسہ گاہ کا ذکر کرنے کے بعد لکھتا ہے:۔

"کانفرنس کا انتظام اور احتیاط جو کانفرنس کو بحث و مباحثہ کی زد سے محفوظ رکھنے کے لئے کی گئی۔ نہایت قابل تعریف تھی۔ کانفرنس کمیٹی نے متعدد مضامین کا معائنہ پہلے ہی کر لیا تھا اور وہ امور جو دوسری جماعتوں اور قوموں کی دل آزاری کا باعث ہو سکتے تھے۔ ان کو ان کے لکھنے والوں کے مشورہ سے یا تو حذف کر دیا گیا۔ یا ان کی ترمیم کرائی گئی تھی۔ باوجود اس کے اتحاد میں کوئی تصنع نہیں پایا جاتا تھا۔ جو کہ ایسے حالات میں نہ ہونا یقینی ہوتا ہے۔

خواجہ کمال الدین کے خیالات اور جذبات پر اس بات سے عجیب وغریب روشنی پڑتی ہے۔ کہ وہ کانفرنس میں بذات خود نہیں آسکے۔ اور اپنے کسی نائب کو مضمون پڑھنے کے لئے بھیج دیا۔ کیونکہ ان کے خیال میں منتظمین کانفرنس نے اسلام کو متحد اور بلا فرقہ مذہب تسلیم نہیں کیا تھا۔ اس دن پروفیسر مارگولی اتھ نے جو کہ صدر جلسہ تھے۔ مسلمانوں کے فرقہ شیعہ کے بہت بڑے اور وسیع اختلافات کا ذکر کیا۔ جو وہ فرقہ سنیوں سے رکھتا ہے۔

شیعہ نمبر

ہر دو [illegible] خواجہ صاحب کے پیش کردہ مضمون سے ... نے اسلام کے بنیادی اصول پر پڑھا۔ کوئی خاص بات حاصل نہیں کی جا سکتی۔ یہ ایک پر جوش بیان تھا۔ جو کہ قرآن کریم اور احادیث کے حوالوں پر مشتمل تھا۔ لیکن اس نے اخوت کا جو خیال پیش کیا۔ وہ منصف مزاج محقق کو اس طرف نہیں لیجاتا کہ وہ پروگرام کے اس بیان پر اعتراض کر سکے۔ کہ اسلام میں اس کے ابتدائی زمانہ سے لیکر اب تک فرقہ بندی رونما نہیں ہوئی خواہ وہ سیاسی وجوہات سے پیدا ہوئی ہو۔ یا اختلاف عقائد کی بنا پر وجود میں آئی ہو کیونکہ بڑے بڑے فرقہ جات سنی اور شیعہ ہیں۔ جن کی علیحدگی قدیم تاریخ سے تعلق رکھتی ہے۔ سنی عقائد کی قائم مقامی نہ صرف خواجہ صاحب کے مضمون نے کی۔ بلکہ پلیٹ فارم پر لارڈ ہیڈلے کی موجودگی بھی اس کی گواہیاں کر رہی تھی۔ نیز جو تلاوت قرآن مجید سے ووکنگ مسجد کے مفتی نے مضمون شروع کرنے کے وقت کی وہ بھی اس امر کی موید تھی۔

خواجہ صاحب کا مضمون عام مشہور اور پر لکھا گیا تھا۔ حالانکہ جو مضمون سر ٹامس آرنلڈ نے بغداد کے فاضل عرب شیخ خادم دوجیلی کی طرف سے پڑھا۔ اس نے بہت کچھ شیعہ مذہب اور اس کے اعمال کے متعلق ہمیں بتایا۔ جو کہ ہمارے لئے نیا علم تھا۔ اسی امر کو صدر جلسہ پروفیسر مارگولی اتھ نے جن کو اسلامی تصانیف کا خاص مطالعہ ہے۔ بآسانی تسلیم کیا۔ اور ایک دلیل جو کہ اسی مضمون میں بیان کی گئی تھی۔ یہ تھی کہ ہر ایک شیعہ کا فرض ہے کہ وہ بعض حالات میں اپنے عقائد کو غیر شیعہ لوگوں سے مخفی رکھے۔ پروفیسر مذکور نے یہ بھی بیان کیا۔ کہ جب وہ لکھنؤ گئے تھے۔ تو بعض شیعہ علماء نے مغربی محققین کے متعلق شکایت کی۔ کہ وہ اسلام کے متعلق رائے قائم کرتے وقت اپنا رجحان کلیتہً سنی تصانیف کی طرف رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر مارگولی اتھ کا جواب یہ تھا کہ اس کی وجہ یہ کہ سنی تصانیف کثرت سے دستیاب ہوتی ہیں۔ بمقابلہ اس کے شیعہ تصانیف اول تو بالکل کم ہیں اور وہ بھی دستیاب نہیں ہوتیں۔ انہوں نے امید ظاہر کی۔ کہ اس کانفرنس کا نتیجہ کے طور پر شیعہ فرقہ کی مختلف شاخوں کے شرقی علماء اپنی کتابیں مغربی محققین کے ہاتھوں میں دینگے۔ جو کہ ان کا عزت کے ساتھ مطالعہ کرینگے۔ اور انہیں ہمدردی سے سمجھنے میں اپنی انتہائی کوشش سے کام لینگے۔

جماعت احمدیہ

خواجہ کمال الدین نے اپنی غیر حاضری سے اپنے آپ کو اس تکلیف سے بچالیا ہے۔ جو امام سلسلہ احمدیہ کے مضمون کے اس حصہ کے سننے سے ہوتی جس میں بیان کیا گیا تھا۔ کہ اس سلسلہ کا بانی ایسے وقت میں ظاہر ہوا۔ جب اسلام کی طرف وہ تعلیمات منسوب کی جارہی تھیں۔ جو اسلام کی اصلی تعلیم کے بالکل خلاف تھیں۔ اور جو تعلیم اسلام نے پیش کی ہے۔ اس کی حقیقت سے دور تھیں۔ آپ کسی نئی شریعت کے حامل نہ تھے بلکہ آپ نے صرف اسلام کی اصلی تعلیم کو اس کی ٹھیک ٹھیک صورت میں پیش کیا۔ سلسلہ احمدیہ کے امام حضرت مرزا محمود احمد نے جو مضمون طیار کیا تھا وہ اپنی اصلی صورت میں کم از کم دو گھنٹوں میں پڑھا جاتا۔ کیونکہ وہ چھپے ہوئے ۱۰۰ صفحات پر مشتمل تھا۔ صدر جلسہ سر تھیوڈور ماریسن کے تعارف کرانے کے بعد خلیفۃ المسیح نے گو صرف چند الفاظ زبان سے کہے۔ لیکن لوگوں نے آپ کے بیان کو بڑی دلچسپی اور توجہ سے سنا۔ آپ نے کہا کہ میں خدا کا شکر کرتا ہوں کہ اس کانفرنس نے منعقد ہو کر ان لوگوں کے لئے جو اس میں شریک ہونگے۔ موقعہ بہم پہنچایا ہے کہ وہ سب سے اعلیٰ مذہب کے متعلق خود فیصلہ کرنے کے قابل ہو سکیں:۔

ہندو مذہب

اسلام کی جن توضیحات کے مقابلہ پر کانفرنس اس سے پہلے دن ہندو مذہب کو سُن چکی تھی۔ لیکن ہندو مذہب کو ایک ہی نقطہ خیال سے پیش کیا گیا تھا۔ مضمون پنڈت شیام شنکر نے پڑھا۔ جو اسی مضمون پر چند ہی ہفتہ پہلے زیر صدارت لارڈ رونلڈ شے انسٹیٹیوٹ انڈیا ایسوسی ایشن میں بول چکے تھے۔ مضمون ہندو مذہب کے رسم و رواج کے واضح خلاصہ کو دستخط دیکر پروفیسر راپسن کی صدارت میں پڑھا گیا۔ پنڈت وسیع معلومات کا آدمی معلوم ہوتا ہے اس ملک میں آٹھ سال گذارنے کے بعد اب وہ اپنے وطن کو جا رہا ہے۔ اور اس کی یہ بڑی ہوئی توقعات ہیں کہ اپنے ملک کی خدمت کرے۔ اور تعلیم کو جاری کرنے کے لئے ایسی تحریک کو تنظیم میں لائے جس کا تعلق کسی خاص پارٹی سے نہ ہو۔ بلکہ وہ اس کے لئے حکومت اور لوگوں سے تعاون کا متوقع ہوگا۔ وہ اس کام کے لئے بہت موزوں تھا۔ جو اس نے پیر کے دن اختیار کیا کیونکہ وہ پرانے خیالات کے ہندوؤں سے دیرینہ تعلق رکھتا تھا۔ اور دو سال سنیاسی بھی رہ چکا ہے۔ اور کچھ سال گذرے۔ وہ سنٹرل ہندو کالج میں جو اب بنارس ہندو یونیورسٹی ہے۔ پروفیسر بھی رہ چکا ہے۔ اس نے نہایت پرجوش الفاظ میں حکومت برطانیہ کی مذہبی رواداری کی شہادت دی۔ اور یہ بھی کہا کہ [illegible]

(بسم اللہ الرحمن الرحیم)
الفضل
یوم پنجشنبہ ۔ قادیان دارالامان ۔ ۶ ؍ نومبر ۱۹۲۴ء

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی تقریر

کانفرنس مذاہب لنڈن کے اختتام پر

کانفرنس کے آخری اجلاس میں آخری تقریر حضرت اقدس کی ہوئی جس پر کانفرنس کا اجلاس ختم ہوا۔ حضرت اقدس نے اردو میں تقریر کی۔ اور مولوی محمد دین صاحب نے فی الفور اس کو انگریزی میں بیان کیا۔ حضرت کی تقریر میں ایک جوش تھا۔ اور آواز بہت پر زور تھی۔ مگر وقت بہت ہی مختصر تھا حضرت اقدس کی اردو تقریر کو سمجھنے والے بھی چند آدمی تھے۔ مگر اس کا اثر اس جہت سے کہ سخن کز دل بروں آید نشیند لاجرم بر دل لوگوں پر بہت تھا۔ اور حاضرین اظہار مسرت کا ثبوت پیہم چیرز سے دے رہے تھے (عرفانی)

سر ڈینزل راس! بہنو اور بھائیو! میں اللہ تعالےٰ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جس نے انگلستان کے بعض علماء کے دل میں تحریک پیدا کی۔ کہ ایسی کانفرنس منعقد کریں۔ کہ مختلف مذاہب کے نمائندے اپنے اپنے مذہب کے متعلق اظہار خیالات کریں۔ اور اس طرح پر ہر مذہب کے لوگوں کو غور کرنے کا موقعہ ملے۔ کہ کسی بات یا امر میں وہ دوسرے مذاہب آپس میں اتحاد رکھتے ہیں۔ اور وہ خیال یا ظنوں پر بنیاد نہیں رکھتے۔ میں اولاً اس کانفرنس کا بنیادی خیال رکھنے والے سر راس کا عام ڈیلیگیٹس اور سامعین کی طرف سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور پھر مسٹر لافنس میر اور مس شارپل اور ایگزیکٹو کمیٹی کے دوسرے ممبروں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جن کی شبانہ روز محنتوں کا نتیجہ یہ کانفرنس ہے۔

اس کے بعد میں اس بات کی امید ظاہر کرتا ہوں۔ کہ آئندہ بھی اس کانفرنس کا موقع ملے گا۔ کیونکہ ایک خیال پیدا کر کے چھوڑ نہیں دینا چاہیئے۔ انسان کا یہ کام نہیں۔ کہ ایک بچہ پیدا کر کے پھر اس کو جنگل میں چھوڑ دیا جاوے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ تحریک جو پیدا ہو گئی ہے۔ اسے جاری رکھا جاوے اور زیادہ وسعت کے ساتھ اس کو پھیلایا جاوے۔ تاکہ دنیا کے لئے مفید اور بابرکت ہو۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ ہر مذہب کے لوگ اس موجودہ کانفرنس کو زیادہ مفید اور وسیع بنانے کے لئے ہمیشہ جد و جہد کریں گے۔ کیونکہ یہ ایک ایسا کام ہے۔ جس کے لئے سب کی مشترک کوشش کی ضرورت ہے۔ اور رفتہ رفتہ یہ ایک نقطہ پر جمع ہونے کا سب سے بڑا ذریعہ ہو جائے گی۔ اور حقیقی اتحاد پیدا کر سکے گی ؞

میں نے دیکھا ہے۔ کہ اس کانفرنس میں شریک ہونے کے لئے بعض لوگ فرانس اور ویلز سے آئے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کانفرنس کامیاب ہوئی ہے۔ لیکن میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ اس سے اصلی فائدہ اسی وقت مرتب ہو گا۔ جب کہ تمام مذاہب کے نمائندے اور لیڈران تمام خیالات پر پوری توجہ کریں۔ جو یہاں مختلف مذاہب کے نمائیندوں نے بیان کئے ہیں۔ ورنہ دوسرے لوگوں کو یہ خیال ہو سکتا ہے۔ کہ سب اپنی جگہ درست ہیں۔ اس سے امن قائم نہیں ہوتا۔ ضروری چیز جس سے بناء محبت قائم ہو گی۔ وہ یہی ہے۔ کہ ہم مفید اور کامل تعلیم کو اختیار کریں ؞

میں ایک مسلم احمدی ہوں۔ اور کامل یقین سے جو تجربہ اور معرفت سے پیدا ہوا ہے۔ کہتا ہوں۔ کہ اسلام حق ہے۔ اور اس کے میرے پاس زبردست دلائل ہیں۔ لیکن باوجود اس کے میرا یہ حق نہیں ہے۔ کہ میں یہ کہوں۔ کہ دوسرے کے خیالات نہ سنیں۔ بلکہ میں ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ ہر شخص کے عقائد اور تعلیم کو سن کر ہم غور کریں۔ تاکہ ہم اس راستہ کو پالیں۔ جو خدا کی مرضی کے موافق ہے۔ نہ اپنے ارادے کے ماتحت ہوں۔ یہ اپنی نفسانیت کی پیروی ہو گی۔ میں سچ کہتا ہوں۔ کہ میں نے تمام لیکچروں کو اسی نیت سے سنا ہے۔ اور میں نے ہر ایک پر غور کیا ہے۔ یہ بات آج مجھ میں پیدا نہیں ہوئی۔ میں گیارہ برس کی عمر کا تھا جب میں نے سوچا۔ کہ کیا مجھے اس لئے احمدی ہونا چاہیئے۔ کہ میرا باپ اس سلسلہ کا بانی ہے۔ میں اس پر غور کرنے کے لئے الگ چلا گیا۔ اور میں نے یہ فیصلہ کر لیا۔ کہ اگر یہ حق نہیں۔ تو میں اس کی مخالفت کروں گا۔ مگر خدا نے مجھ پر اس حقیقت کو کھولدیا۔ کہ یہ سلسلہ حق ہے۔ اور خدا نے اس کو قائم کیا ہے۔ اور اب کوئی چیز مجھ کو اس سے الگ نہیں کر سکتی ؞

پس دوسرے مذاہب کے لوگوں کو کوشش کرنی چاہیئے کہ جو کچھ انہوں نے سنا ہے۔ اس پر غور کریں۔ اور اس طرح پر اپنے وقت اور روپیہ کو مفید بنا سکیں ؞

میں سر راس اور ان کی کمیٹی کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ وہ اس کانفرنس کو وسیع اور مضبوط کرنے کے لئے اپنی کوششوں کو جاری رکھیں۔ میں اور میرے متبعین احمد سے زیادہ مدد دینے اور ہاتھ بٹانے کو طیار رہیں گے۔ جو اس مرتبہ کی ہے۔ مجھ کو اس کانفرنس میں یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی۔ کہ نقطہ خیال کس طرح بدل جاتا ہے۔ اب تک قرآن مجید کی تکذیب کی جاتی تھی۔ اور اس پر یہ اعتراض کیا جاتا تھا۔ کہ اس میں پہلے مذاہب کی صداقتیں کیوں ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید کا دعوٰی یہ تھا۔ کہ فیھا کتب قیمۃ کوئی صداقت اور حق بھی ہو۔ وہ قرآن مجید میں موجود ہے۔ لیکن اب اس کانفرنس میں یہ حقیقت معلوم ہوئی کہ جو سچی بات کہے۔ وہ حق ہے۔ اور اسی صداقت کو قوی کرنا چاہیئے۔ نقطہ نگاہ کے تبدیل ہونے سے کہاں سے کہاں آپہونچے ہیں۔ اور اگر اس طرح غور کریں گے۔ تو قرآن کریم کی سچائیوں کو اعلیٰ مقام پر پالیں گے ؞

مذہب کی دو غرضیں ہیں۔ ایک خدا سے اتحاد دوسرا خدا کے بندوں سے اتحاد۔ اس لئے میں دعا کرتا ہوں۔ کہ ہم میں دونوں باتیں پیدا ہوں۔ اور دونوں قسم کے اتحاد ہم کو نصیب ہوں اور یہ بات ہم اپنے حال سے ثابت کریں۔ نہ صرف باتوں سے۔ میں اپنے نفس کو بھی کہتا ہوں۔ اور حاضرین کو بھی۔ وہ جلد اتحاد کریں۔ تاکہ مسٹر رڈیارڈ کپلنگ کا یہ مقولہ کہ مشرق اور مغرب کبھی نہیں مل سکتے۔ ان کی زندگی میں ہی غلط ثابت ہو۔ اور وہ خود ہی اس کے متعلق ایک دوسری نظم لکھ جاویں۔ انگلستان کو ایسا شاعر پھر کب ملے گا۔ اس لئے جلدی کرنی چاہیئے (اس موقعہ پر حاضرین میں مسرت اور نشاط کا تبسم آمیز جوش تھا۔ عرفانی)

میں دعا کرتا ہوں۔ کہ خدا تعالےٰ ان ارادوں میں ہم کو کامیاب کرے۔ میں پریذیڈنٹ صاحب سے اس امر میں متفق نہیں ہوں۔ کہ ایک فرم نے اس کانفرنس کی روئداد چھاپنے کا وعدہ کر لیا ہے۔ اس لئے ہم کو بے فکر ہو گئے ہیں۔ اسلئے میں سب سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ اس کتاب کے خریدنے کے لئے کوشش کریں۔ تاکہ وہ جلد شائع ہو جاوے ؞

تقریر کے بعد

اس تقریر کا ترجمہ مولوی محمد دین صاحب نے کیا۔ اور دو فقرے ایسٹ اینڈ ویسٹ اور کانفرنس کی امداد کے متعلق رہ گئے تھے۔ ایک پیر صاحب نے اور دوسرا آغا خان صاحب نے اٹھ کر پورا کر دیا۔ اس کے بعد سر راس نے فرمایا۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہتا۔ سوائے اس کے کہ ان برکات سے حصہ لینے پر زور دوں۔ جو یوگی کوارٹرز سے آئی ہیں۔ اس پر کانفرنس کا آخری جلسہ ختم ہو گیا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک ؞

خواجہ نذیر احمد صاحب اس کے بعد حضرت کی خدمت میں پہنچ پر آئے۔ اور ظاہر کیا۔ کہ میں احمدی نہیں ہوں۔ اگرچہ حضرت مرزا صاحب نے جو کام کیا ہے۔ اس کو عزت کی نظر سے دیکھتا ہوں۔ اور پھر کہا۔ کہ کیوں صلح نہیں ہو جاتی۔ حضرت نے بتایا۔ کہ پہلے کئی مرتبہ یہ تحریک ہوئی ہے۔ اور کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ گذشتہ سالانہ جلسہ پر بھی سید عبدالجبار شاہ صاحب نے تحریک کی۔ اور میں نے ان کو یہی جواب دیا۔ اور ایک خط بھی لکھا۔ پھر کوئی جواب نہ آیا۔

حضرت صاحب کے ارد گرد بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ اور مختلف باتیں پوچھتے رہے۔ عام طور پر ارادت اور اخلاص کا اظہار کرتے تھے۔ ایک بہائی عورت نے دعا کی درخواست کی۔ ریورنڈ ٹسڈل نے درخواست کی۔ کہ اس کے گرجا میں آکر اتحاد المشرق والمغرب پر مختصر سی تقریر کر دیں۔ بشپ جین کی اہلیہ نے اپنے گرجا میں آنے کی درخواست کی۔ مگر حضرت چونکہ ایک جگہ کے لئے منظور کر چکے تھے۔ اس لئے مجبوراً انکار کرنا پڑا۔

دیوبندیوں کے نزدیک
موجودہ قرآن کریم مکمل نہیں

مولوی نعمت اللہ خاں صاحب شہید کے واقعہ شہادت نے ہندوستان کے دیگر علماء کی عموماً اور علماء دیوبند کی خصوصاً نہ صرف بہیمیت اور وحشت کو نمایاں کر دیا ہے۔ بلکہ یہ بھی ظاہر کر دیا ہے۔ کہ یہ اسلام کے بدترین دشمن اور پرلے درجہ کے بدخواہ ہیں۔ اس وقت صفحہ دنیا پر جس قدر مذاہب پائے جاتے ہیں ان میں سے صرف اسلام کو ہی یہ شرف اور فضیلت حاصل ہے۔ کہ اس کی الہامی کتاب قرآن مجید اپنی اصلی اور حقیقی شکل میں دنیا میں موجود ہے۔ اور اس میں ایک لفظ کی بھی کمی بیشی نہیں ہوئی اور کیوں یہ برتری اسلام کو حاصل نہ ہوتی۔ جب کہ قرآن کریم کے متعلق خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ موجود ہے۔ کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون ۔ ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ لیکن دیوبندیوں نے حکومت کابل کے اس ظالمانہ فعل کی حمایت میں جو مولوی نعمت اللہ خاں صاحب کے متعلق روا رکھا گیا۔ یہاں تک ڈھٹائی اور ہٹ دھرمی سے کام لیا ہے۔ کہ سنگساری کے فعل کو قرآن کریم کی طرف منسوب کرنے کے لئے کہدیا ہے۔ کہ اس بارے میں ایک آیت ضرور اتری تھی۔ جو اگرچہ اب اس میں موجود نہیں ہے۔ لیکن قابل عمل ضرور ہے۔ گویا ان کے نزدیک قرآن کریم اپنی موجودہ شکل میں مکمل نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں وہ آیت موجود نہیں۔ جس میں سنگساری کا حکم دیا گیا تھا۔

قرآن کریم پر ایسا ناپاک اور شرمناک حملہ ہے۔ جو اسلام کا کوئی بدترین دشمن ہی کر سکتا ہے۔ کیونکہ اس سے بہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ قرآن کریم جس شکل میں اترا تھا۔ اس شکل میں موجود نہیں ہے۔ بلکہ ناقص ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا جو وعدہ دیا تھا۔ وہ نعوذ باللہ باطل ہے۔

یہ ناپاک خیال جس قدر اسلام کے لئے نقصان رساں ہے۔ اس کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ اسی بات کو محسوس کر کے ایک صاحب نے ایک مضمون مختلف مسلمان اخبارات میں شائع کرایا۔ جو ۱۸ر اکتوبر کے الفضل میں بھی درج ہو چکا ہے۔ اس میں لکھا گیا تھا۔ کہ

"یہ دیکھکر مجھے سخت افسوس ہوا۔ کہ ہم مسلمانوں کی بدبختی اور غفلت کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ آج تک ہمارا قرآن مجید مکمل صورت میں شائع نہیں ہو سکا"

اس کے ساتھ ہی علماء کرام ہند سے اور خاص کر دیوبندی علماء سے التماس کی گئی تھی۔ کہ وہ ایسی آیات جو ان کے نزدیک واجب العمل تو ہیں۔ مگر قرآن کریم میں درج نہیں ہیں جلد سے جلد راقم مضمون کو لاہور کے پتہ پر بھیجدیں۔" تاکہ وہ مکمل قرآن شائع کر سکے۔

معلوم نہیں دیوبندیوں نے ابھی تک اس طرف توجہ فرمائی ہے یا نہیں۔ اور مضمون نویس صاحب کا مکمل قرآن شائع کرانے میں ہاتھ بٹایا ہے یا نہیں۔ البتہ یہ ضرور معلوم ہوا ہے۔ کہ قرآن کریم پر دیوبندیوں کے اس ناپاک حملہ سے عام مسلمانوں میں بڑی تشویش پیدا ہو گئی ہے۔ اور وہ بڑی پریشانی کے ساتھ اس امر کی تحقیق کر رہے ہیں۔ کہ کیا فی الواقعہ دیوبندیوں نے قرآن کریم کے متعلق یہ خیال ظاہر کیا ہے۔

چونکہ اخبار میں جو مضمون شائع ہوا ہے۔ اسمیں سہو کتابت کی وجہ سے دیوبندیوں کی تحریر کا حوالہ اخبار سیاست ۶ر اکتوبر کی بجائے ۱۶ر اکتوبر درج ہو گیا ہے۔ اسلئے وہ ۱۶ر اکتوبر کا اخبار "سیاست" پیش کر کے کہہ رہے ہیں۔ کہ اس میں وہ الفاظ نہیں ہیں۔ جو دیوبندی عالم میرک شاہ کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ ایسے اصحاب کو ہم مطلع کرنا چاہتے ہیں۔ کہ وہ اس امر کو معلوم کرنے کے لئے اخبار "سیاست" کا ۶ر اکتوبر کا پرچہ ملاحظہ فرماویں۔ جس کے صفحہ اول کے تیسرے کالم کے آخر میں یہ الفاظ درج ہیں:-

"اللہ جلشانہ نے حضرت محمد صلعم کو اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا اور آپ پر کتاب بھی نازل فرمائی۔ اس کتاب کی ایک آیت میں رجم کا حکم بھی نازل ہوا۔ پھر ہم نے اس آیت رجم کی تلاوت کی۔ اور اس کو سمجھا۔ اور یاد بھی کر لیا یہی نہیں بلکہ نبی صلعم نے بھی رجم فرمایا۔ اور ہم نے خلفاء راشدین وصحابہ کرام نے بھی نبی کریم صلعم کے بعد رجم (سنگساری) کے حکم پر عمل کیا۔ اب جب کہ آیت رجم باوجود معمول بہ رہنے کے بھی مرفوع التلاوۃ ہو چکی ہے۔ تو مجھے خطرہ ہے۔ کہ امتداد زمانہ کے سبب سے کوئی کہنے والا یہ نہ کہے۔ کہ قسم اللہ کی ہم کو کہیں بھی کتاب اللہ میں رجم کی کوئی آیت نظر نہیں آتی"

اس کے متعلق اتنا یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ صحیح بخاری میں میرک شاہ صاحب کی پیش کردہ آیت مندرج نہیں ہے۔ باقی رہا حضرت عمرؓ کا قول جو امام بخاری نے پیش کیا ہے۔ اس میں قطعاً اس قسم کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ کہ قرآن کریم کی کوئی ایسی آیت اتری تھی۔ جس پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی عمل کیا ہے۔ اور صحابہ نے بھی۔ مگر اب وہ مرفوع التلاوت ہو چکی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کا ترجمہ کرتے ہوئے۔ میرک شاہ صاحب کو اپنے پاس سے یہ الفاظ داخل کرنے پڑے۔ کہ "اب جب کہ آیت رجم باوجود معمول بہ رہنے کے بھی مرفوع التلاوت ہو چکی ہے" حالانکہ اصل قول میں اس مفہوم کے کوئی الفاظ نہیں ہیں۔ حضرت عمرؓ کے قول کا صحیح مطلب صرف یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو کتاب نازل فرمائی ہے۔ اس میں وہ آیت بھی ہے۔ جس سے زانی کے لئے رجم کرنے کا استدلال کیا جاتا ہے۔ جس کے مطابق عملدرآمد ہوتا رہا ہے۔ لیکن ایک زمانہ آئے گا۔ جب لوگ اس استدلال کو نہ سمجھ سکنے کی وجہ سے کہیں گے۔ کہ ایسی کوئی آیت قرآن میں نہیں ہے۔ جس سے رجم کا استدلال ہو سکتا ہو۔

سمجھ میں نہیں آتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے دیوبندی کیا استدلال کرنا چاہتے ہیں۔ یہ جو کچھ بھی ہے۔ زانی اور زانیہ کے لئے ہے۔ نہ کہ کسی کو مرتد قرار دے کر اسے سنگسار کرنے کے متعلق۔ معلوم ہوتا ہے۔ دیوبندیوں کی عقل وسمجھ بے جا ضد اور عداوت کی نذر ہو چکی ہے۔ اور وہ ہمارے خلاف لکھتے وقت اتنا بھی سوچ نہیں سکتے کہ جو کچھ لکھ رہے ہیں۔ اس کا اصل بحث سے کہاں تک تعلق اور واسطہ ہے۔ بہرحال مسلمانوں کیلئے یہ ایک قابل غور سوال ہے۔ کہ دیوبندیوں نے موجودہ قرآن کریم کو نامکمل اور ناقص قرار دینے کے لئے جو آواز اٹھائی ہے۔ وہ کس قدر قابل نفرت وحقارت ہے۔ اور جو لوگ جماعت احمدیہ کی عداوت میں قرآن کریم پر بھی ہاتھ صاف کرنے سے باز نہ رہیں۔ ان کی باتیں کہاں لائق توجہ ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ جمعہ

سفر یورپ میں کامیابی اور تکالیف

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

جو ۱۹ ستمبر ۱۹۲۴ء کو حضرت خلیفۃ المسیح نے بمقام ایجیشم پیلس ہنگریویا (لنڈن) میں پڑھا

بعد تلاوت سورہ فاتحہ فرمایا:-

ہمارے سفر کی جو غرض تھی۔ اور جس مقصد کے لئے یہ سفر اختیار کیا تھا اس اصل غرض کا ایک حصہ خدا کے فضل سے ہو گیا۔ اور جو ضمنی اغراض تھیں۔ ان کا وقت بھی ہو چکا۔ اور کانفرنس میں ہمارا مضمون ہو چکا۔

مجھے جیسا کہ بعض خوابوں کے ذریعہ معلوم ہوا تھا یورپ میں اسلام کی ترقی میرے آنے کے ساتھ وابستہ تھی مجھے رویا میں دکھایا گیا تھا۔ کہ میں انگلستان کے ساحل پر اتر رہا ہوں۔ اور میرا نام ولیم دی کانکرر (فاتح ولیم) ہے۔ اور بھی بعض خوابیں ہیں جن سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ حضرت صاحب نے جب ٹیچنگ آف اسلام لکھی تھی۔ اور وہ مضمون دہرم مہوتسو میں پڑھا گیا۔ اور سب نے اس مضمون کی فضیلت کا اقرار کیا۔ تو وہ پیشگوئی جو اس کے متعلق تھی پوری ہو گئی۔ مگر وہ اس وقت ایک وسیع اثر نہ رکھتی تھی۔ گو جلسہ کی کامیابی بڑی چیز تھی۔ لیکن اب اس کتاب کی قبولیت اور اس کے اثر کی دعوت کو جب دیکھتے ہیں۔ تو وہ کامیابی کچھ حقیقت ہی نہیں رکھتی۔ پہلا اثر اور احساس اس کا جماعت پر یہ ہوا کہ وہ ایمان اور یقین میں ترقی کر گئی اور اس میں یہ احساس پیدا ہو گیا۔ کہ اسلام دلائل اور براہین سے دشمنوں کے حملوں سے اپنے آپ کو بچاتا ہے۔ اور اس کی دائمی تاثیرات ایسی ہیں۔ کہ ہم دوسرے مذاہب کو جیت جاتے ہیں۔ یہ احساس اصل فتح تھی۔ جب اس مضمون کے سننے کے بعد ایک آدمی کے دل میں یہ یقین پیدا ہو جائے۔ تو سمجھو کہ ایک شخص ہی کا قائمقام پیدا ہو گیا۔ جس کو یہ یقین کامل ہے کہ ہم جیتیں گے۔

اگر دس کے دل میں ہو تو دس اور سو کے دل میں ہو تو سو۔ جس جس قدر ایسے لوگوں کی جماعت بڑھے گی۔ اسی قدر اس فتح کا دائرہ بڑھے گا۔ خدا تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ آہستہ آہستہ ترقی ہوتی ہے۔ پس اس وقت جو جلسہ مہوتسو میں کامیابی ہوئی تھی آج اس کے اثر اور وسعت کی شان کو دیکھتے ہیں۔ تو اس فتح کا مرتبہ بہت بڑھ جاتا ہے۔

اسی طرح پر اس جگہ آنے کے جو اغراض ہمارے تھے۔ ممکن ہے کہ بعض کا جوڑ نظر نہ آئے۔ اور اگر غور کریں تو آ بھی سکتا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے جماعت کا نام جس طرح پر بلند کیا ہے۔ وہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور خدا تعالیٰ اپنے فضل سے اس کے اثرات اور اس کے دائرہ کو جس رنگ میں چاہے بڑھائے گا۔ اور اس نے آپ بعض ایسے اسباب پیدا کر دیئے۔ کہ انگلستان کی پبلک کو سلسلہ کی طرف خصوصیت سے توجہ ہو گئی۔ ہمارے آنے کے ساتھ کچھ ایسا سلسلہ شروع ہو گیا۔ کہ لوگوں کے سامنے یہ سلسلہ بار بار آنے لگا۔ ہمارے آنے کے تھوڑے دنوں بعد ہی نعمت اللہ خان شہید کا واقعہ ہو گیا۔ اگر ہم قادیان میں ہوتے اور یہ واقعہ ہو جاتا تو انگلستان میں یہ اثر نہ ہوتا۔ اور اگر ہمارے یہاں آنے پر نہ ہوتا تو بھی جس قدر اثر اب ہوا ہے نہ ہو سکتا۔

پہلے بھی اسی کابل میں دو شہادتیں ہو چکی ہیں۔ ایک ان میں سے اپنے مرتبہ کے لحاظ سے بہت بڑھ کر تھی۔ مگر اس شہادت کا یورپ پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ کیونکہ یہاں جماعت تھی۔ اور نہ سلسلہ کی ابھی یہاں شہرت ہوئی تھی۔ مگر اب جبکہ میں خود یہاں موجود تھا۔ اور یہاں کی پبلک سلسلہ کی عظمت سے واقف ہو چکی تھی۔ نعمت اللہ خان کے واقعہ نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ غرض ہمارے آنے سے ایک حصہ پورا ہو گیا۔ ایک شخص نے مجھ کو کہا کہ اگر آپ دس ہزار پونڈ بھی خرچ کر دیتے تو اس قدر کامیابی نہ ہوتی جیسی کہ اب ہوئی ہے۔ کہ ہر شخص کی زبان پر سلسلہ کا نام ہے۔ اور لوگ یقین کرتے ہیں کہ احمدی جماعت کوئی معمولی تحریک نہیں۔ بلکہ وہ ایک عظیم الشان جماعت ہے۔ اور یہ خدا کا فضل ہے جس طرح پر مجھکو یہ معلوم ہوا تھا۔ کہ یہ سفر سلسلہ کی ترقی کا موجب ہو گا۔ مجھے اس کے ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا تھا۔ کہ بعض رنجدہ امور بھی واقع ہوں گے۔ میں نے اشتہار میں لکھا تھا۔ کہ اگر کسی کو میری حالت کا علم ہو۔ تو اسے رونا آ جائے۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ مجھے رویا میں بعض ایسے امور معلوم ہوئے تھے۔ کہ بعض ہموم اور غموم اپنے اندر رکھتے تھے۔ اس وقت ان کی کیفیت بیان نہ ہو سکتی تھی۔ مگر اب واقعات نے بتایا کہ اس سفر میں قادیان سے بعض مخلص دوستوں کی وفات کی خبر آئی اور بعض عزیز بھی فوت ہو گئے۔ اور نعمت اللہ خان کی شہادت کا واقعہ ایسا ہے کہ اس کا اثر تمام جماعت سے تعلق رکھتا ہے۔

انسان جب گھر میں ہوتا ہے۔ اور اس کے سامنے کوئی واقعہ ہو تو اس کی اور حالت ہوتی ہے۔ اور جب سفر میں ہو تو اس کا اثر اور رنگ کا ہوتا ہے۔ اور وہ زیادہ گہرا اثر ہوتا ہے۔ غور کرو کہ وطن سے دور جب ایک کام کرنے والے آدمی کو کوئی غم کی خبر پہنچے۔ تو اس کی کیا حالت ہو گی۔ ایک طرف اس کا فرض مجبور کرتا ہے۔ کہ وہ کام کرے۔ دوسری طرف فکر و غم کی ایک کوفت ایسی ہو جاتی ہے کہ کام چھوڑ کر آرام کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ لیکن باوجود اس کے کام کرنا پڑے تو کیا حالت ہو گی۔

پہلے ہی کام کی کثرت کی وجہ سے ایک منٹ کی فرصت نہیں ملتی۔ اور اس پر نعمت اللہ خان کی شہادت کی خبر پہنچی۔ میں جلسہ کانفرنس کے لئے مضمون لکھ رہا تھا۔ کہ یہ خبر پہنچی۔ ایک طرف اس مضمون کی تکمیل کا خیال دوسری طرف یہ صدمہ اور پھر سلسلہ کے اغراض کے لئے اس خبر کی عام اشاعت اور اس پر مناسب کارروائی کرنا ایک بہت بڑا کام ہو گیا۔

پھر اسی سلسلہ میں قادیان میں ہیضہ کے کیس ہو جانا۔ اور ملیریا کا حملہ اور ہیضہ اور ملیریا سے بعض موتوں کا ہو جانا بہت تکلیف دہ امر تھا۔ اور یہ سب کچھ اسی طرح ہوا۔ جس طرح خدا تعالیٰ نے رویا میں ظاہر کیا تھا۔ ان اسباب سے بعض ہموم اور غموم پہنچے۔

ابھی اور بھی بعض امور ہیں۔ وہ خاص باتیں ہیں جن کی طرف میں اشارہ نہیں کرتا۔ ایسے خوابوں کا اظہار ضروری نہیں ہوتا۔ کیونکہ کبھی ان کی اشاعت خدا تعالیٰ کی غیرت کا موجب ہو جاتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جو حصے معلوم ہوئے تھے۔ اور ابھی باقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے ٹلا دے۔ اور ان غموں سے محفوظ رکھے۔ اس لئے میں اپنے دوستوں سے بھی کہتا ہوں کہ وہ بھی اس کے لئے دعا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے ہموم اور غموں سے ہم سب کو محفوظ رکھے۔ اور خیرو عافیت سے یہ سفر پورا ہو۔ میں نے پہلے بھی ظاہر نہیں کیا۔ کہ کس قسم کے خطرات کا خدشہ ہے۔ اور اب رویا کے اس حصہ کو بیان کرتا ہوں کیونکہ یہ صلحا کا طریق نہیں۔ کہ اس قسم کے رویا کو ظاہر کریں۔ میں یہی کہتا ہوں۔ کہ دوست دعا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے صدمات سے محفوظ رکھے۔ اکثر لوگوں کے خطوط گھبراہٹ کے آتے ہیں۔ کہ آپ یہاں نہیں ہیں۔ اور ہم کو بیماری وغیرہ کے حالات سن کر گھبراہٹ ہوتی ہے کہ ایسے موقعہ پر وہاں نہیں ہیں۔ قدرتی طور پر انسان چاہتا ہے۔ کہ ایسے وقت میں اپنے دوستوں اور عزیزوں میں ہو۔ بھیرہ ہی کا واقعہ ہے۔ کہ اس کی خبر سے تشویش ہوئی۔ ایسے نازک وقت میں وہاں ہونا ضروری معلوم ہوتا تھا۔ مگر کسی کو کیا علم تھا۔ کہ کوئی ایسا واقعہ ہو جائیگا۔ ایک شخص نے فلو

واقعہ کے بعد خط لکھا کہ اب خلافت کی ضرورت کا علم ہوا ہے۔ اور اس سے حس پیدا ہو گئی ہے۔ کہ ساری جماعت کو حصہ لینا چاہیئے۔ پرسوں میر صاحب کی وفات کی خبر آئی۔ میں کام کر رہا تھا۔ اس خبر کو پڑھ کر جسم کی یہ حالت تھی۔ کہ وہ کہتا تھا کہ میں کام نہیں کر سکتا۔ مگر دوسری طرف فرض تھا۔ اور لیکچر دینا تھا۔ وہ مجبور کرتا تھا۔ کہ لکھو۔ اسی طرح نعمت اللہ خان کی شہادت کی خبر آئی۔ اور شیخ فضل کریم کی وفات کی خبر۔ وہ بہت ہی مخلص آدمی تھا۔ اور اس سے سلسلہ کو بہت بڑی مالی مدد ملتی تھی۔ سو روپیہ کے قریب ماہوار دیتا تھا۔ اور بعض دوستوں کی وفات کی خبریں آئیں۔ پھر عزیزوں میں بڑے اور چھوٹے بھی ہوتے ہیں مگر ان کی وفات پر صدمہ ہوتا ہے۔ میر محمد اسحاق صاحب کی لڑکی کی وفات ہوئی۔ اور اب میر صاحب کی وفات کی خبر آئی۔ اس طرح پر آٹھ دس موتیں ہو چکی ہیں۔ بھیرہ کا واقعہ ہے۔ پھر قادیان کے بلوہ کا مقدمہ ہے۔ جس میں بعض معززین سلسلہ کے خلاف بھی کارروائی کی گئی ہے۔ مالی صدمات الگ ہیں۔ ان دو مہینوں کے اندر ایسے واقعات جمع ہو گئے ہیں۔ کہ ساری عمر میں یاد نہیں۔ کہ وہ مختلف حیثیتوں سے آ کر جمع ہوئے ہوں۔ ایک طرف ایسے واقعات ہیں۔ کہ باوجود صدمہ کے مجبور کرتے ہیں۔ کہ کام کرو اور ایک طرف اس قسم کے ہیں کہ تقاضا کرتے ہیں۔ کہ فراغت ہو۔ پھر باوجود صدمات کے کام کو مقدم کرنا پڑتا ہے۔ اس سے اندازہ کر لو کہ کس قدر بوجھ معلوم ہوتا ہوگا۔ اور جب غور کرتے ہیں تو صدمہ ہی صدمہ باقی رہ جاتا ہے۔ اس کا علاج دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو مصائب دور ہو جاتے ہیں۔ اور قوت آجاتی ہے۔ میرا تجربہ ہے کہ بعض وقت آثار بھی ظاہر ہو جاتے ہیں۔ لیکن خاص طور سے دعائیں کرنے سے اللہ تعالیٰ ان مصائب کو ٹلا دیتا ہے۔ اور دوسروں کو پتہ بھی نہیں لگتا۔ اس لئے میں تاکید کرتا ہوں کہ دوست خاص طور پر دعائیں کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سفر کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اور یہ واقعات خصوصیت سے دعا کی تحریک کرتے ہیں۔ پس میں بار بار کہتا ہوں کہ دعائیں کرو کہ اللہ تعالیٰ بقیہ سفر خیر و عافیت سے گذار دے۔ نہ یہاں کوئی بری خبر آئے۔ اور نہ یہاں سے وہاں پہنچے۔ آمین

احمدیوں کا پراپیگنڈا

"قادیان کی احمدی جماعت مٹھی بھر کو ٹلی جماعت ہے۔ مگر مذہبی پرچار کا انہیں بیقدر شوق ہے کہ وہ تن من اور دھن قربان کر رہے ہیں۔ ان کے خلیفہ اس مرتبہ لندن جا کر جو [illegible] ان کے متعلق بڑے بڑے ٹریکٹ شائع ہو رہے ہیں۔ [illegible] ہندو سنگٹھن [illegible] سبق حاصل کریں" (کیسری۔ ۲۶ اکتوبر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ جمعہ

غیبت اور چغل خوری

از مولانا مولوی شیر علی صاحب امیر جماعت احمدیہ ہند

فرمودہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۲۴ء

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

بعض ایسی باتیں ہوتی ہیں۔ جو بظاہر بہت ادنیٰ اور معمولی نظر آتی ہیں۔ اور انسان ان کو بالکل حقیر سمجھتا ہے۔ لیکن ان کے نتائج نہایت خطرناک اور بہت بڑے ہوتے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہی ہے۔ جیسے ایک دیاسلائی۔ جو کہ بظاہر ایک حقیر اور معمولی سی چیز دکھائی دیتی ہے۔ اگر انسان یہ خیال کرے۔ کہ یہ تھوڑی سی آگ کیا نقصان پہنچا سکتی ہے۔ تو یہ اس کی غلطی ہوگی۔ کیونکہ ایک ہی دیاسلائی اور وہی آگ جسے وہ تھوڑی اور حقیر خیال کرتا ہے۔ شہروں کے شہر راکھ کر دیتی ہے۔ اور ہزاروں جانیں تباہ اور ہلاک ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح بعض اور باتیں بظاہر معمولی نظر آتی ہیں۔ اور انسان ان کو کچھ وقعت نہیں دیتا۔ لیکن وہ ایک چنگاری کا کام کر جاتی ہیں اور زبان سے نکل کر دلوں کو جلا دیتی ہیں۔ ان میں سے ایک بات یہ ہے۔ کہ انسان ایک کی بات دوسرے کے آگے بیان کرتا ہے۔ چغلخوری ایک گناہ ہے۔ سننے والے کو چاہیئے۔ کہ وہ اس کو بیان کرنے سے روکے اگر وہ سچ بھی بیان کرتا ہے۔ تو وہ ایک بھائی کی غیبت کرتا ہے۔ مگر بہت دفعہ بجائے اس کے کہ سننے والے دوسرے کو چغلی یا غیبت سے روکیں۔ بڑی خوشی سے اس کی باتوں کو سنتے اور اپنی مجلس کو گرم کرتے ہیں۔ اور پھر جس کے متعلق کوئی بات سنی۔ اس کے آگے ذکر کرتے ہیں۔ کہ فلاں مرد یا فلاں عورت نے تمہاری نسبت یہ کچھ بیان کیا ہے۔ اس طرح ایک تو انہوں نے یہ گناہ کیا کہ غیبت کو سنا۔ اور پھر دوسرا گناہ یہ کیا۔۔۔ .... کہ جس کے متعلق بات سنی۔ اس کو جا کر سنائی۔ اور اس طرح دوسرے کے گھر کو آگ لگا دی۔ ایسے لوگوں کو چاہیئے کہ اول تو وہ سنیں ہی نہ لیکن اگر کسی کی کوئی بات کان میں پڑ بھی جائے۔ تو پھر اس کو اس تک پہنچانے کی کوشش نہ کریں۔ کیونکہ اس سے آپس کی دشمنی اور عداوت بڑھتی ہے۔ اور فساد پیدا ہوتا ہے۔ بعض وقت انسان ایک بات سادگی یا ہمدردی کے خیال سے دوسرے کے آگے بیان کر دیتا ہے۔ اس کے دل میں جھگڑا یا فساد ڈلوانا نہیں ہوتا۔ مگر یہ ہمدردی نہیں۔ بلکہ اس سے عداوت ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ کہ آں حضرت صلعم دو قبروں کے پاس سے گذرے اور فرمایا کہ ان دونوں قبروں والوں کو عذاب دیا جا رہا ہے۔ اور وہ عذاب کسی بڑی بات کی وجہ سے نہیں۔ اگر یہ چاہتے تو ادنیٰ کوشش سے اس سے بچ سکتے تھے۔ مگر وہ واقعہ میں بہت بڑی بھی ہے۔ کیونکہ اس کی وجہ سے ان کو عذاب ہو رہا ہے۔ فرمایا ایک تو چغلخور تھا۔ کہ ایک کی بات دوسرے کے آگے بیان کرتا تھا۔ اور دوسرے کی یہ عادت تھی۔ کہ پیشاب سے اپنے بدن کو نہیں بچاتا تھا۔ یا وہ لوگوں سے پردہ نہیں کرتا تھا۔ اس وجہ سے ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنی حکمت کے ماتحت ان قبروں کی حالت کو اپنے نبی پر ظاہر فرمایا کیونکہ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اور وہ حکمت یہ تھی کہ لوگ ایسی باتوں کو چھوٹا نہ سمجھیں۔ پس چغل خوری بظاہر معمولی بات نظر آتی ہے۔ مگر نتیجہ اس کا بہت بڑا ہے۔ اس لئے اس میں احتیاط بہت ضروری ہے۔ اس میں عورتیں اور مرد دونوں مبتلا ہیں۔ ایک سے شکایت سنتے اور دوسرے کے آگے جا کر بیان کرتے ہیں۔ کہ فلاں تمہارے متعلق یہ کہتا ہے۔ اور فلاں یہ۔ آج میں صرف اسی ایک بات کو بیان کرتا ہوں۔ اور اس کی طرف خاص طور پر توجہ دلاتا ہوں۔ کیونکہ بہت سی باتیں بیان کرنے سے کسی خاص امر کی اہمیت نہیں رہتی۔ حدیث میں آیا ہے۔ کہ چغل خور بہشت میں نہیں جائے گا۔ پس تمام دوستوں کو چاہیئے کہ وہ خود بھی اس سے بچیں اور دوسروں کو بھی روکیں۔ نہ کسی کے متعلق کوئی بری بات خود سنیں۔ اور نہ دوسروں کو سنائیں۔ کیونکہ ایسا کرنا دشمنی اور عداوت کا موجب ہوتا ہے۔

کابل کا واقعہ سنگساری اور آریہ اخبارات

مولوی نعمت اللہ خاں صاحب شہید کے واقعہ شہادت پر آریہ اخبارات نے جو کچھ لکھا ہے۔ اس کا کچھ حصہ قبل ازیں شائع ہو چکا ہے۔ اب ذیل میں چند اور اخبارات کے اقتباس درج کئے جاتے ہیں۔ ہم آریہ پریس کے ممنون ہیں۔ کہ اس نے کابل کے اس افسوسناک فعل کے خلاف انسانی ہمدردی کا عنصر رکھنے کی بنا پر آواز اٹھائی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ہم یہ بھی عرض کر دینا چاہتے ہیں۔ کہ کابل کے اس فعل کو اسلام کی طرف ہرگز منسوب نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ اسلام کو ایسے ناپاک فعل سے اتنا ہی بعد ہے۔ جتنا نور کو ظلمت سے۔ یا زمین کو آسمان سے اسلام ہرگز اس بات کو جائز نہیں رکھتا۔ کہ اختلاف عقائد کی وجہ سے کسی کو دکھ دیا جائے۔ چہ جائیکہ اسے قتل کیا جائے۔

(ایڈیٹر)

اسلامی حکومتوں میں تعصب کا زور

حال ہی میں امیر کابل کی تصدیق سے ایک احمدی مسمی مولوی نعمت اللہ خاں کو سنگسار کر کے قتل کیا گیا ہے۔ اس غریب کا قصور یہ تھا۔ کہ وہ کابل کے جاہل مسلمانوں کا ہم خیال نہیں تھا۔ دربار کابل نے اس وحشیانہ حرکت کی صفائی دیتے ہوئے زمیندار (اپنی ۱۰ ستمبر کی اشاعت میں لکھتا ہے "جس ملک میں اسلامی حکومت قائم ہو۔ اس میں دوسرے مذاہب کے افراد کو ہرگز یہ حق نہیں پہنچتا۔ کہ مسلمانوں کو اپنے مذہب کی طرف دعوت دے کر حکومت اسلامی کے استحکام کو خطرے میں ڈالیں۔ اگر آج افغانستان کے ہندو اسی ملک میں شدھی کا سلسلہ شروع کر دیں۔ تو چونکہ یہ امر اسلامی حکومت کے وقار و اقتدار کے منافی ہوگا۔ لہذا حکماً روک دیا جائے گا"

گویا اسلامی حکومت کی شان ہی یہ ہے۔ کہ اس میں مذہبی آزادی کا نام ونشان نہ ہو۔ اور تعصب اور تنگدلی کا دور دورہ ہو۔ اگر دنیا میں اس مذہبی مارشل لا کا وجود تہذیب کی نگاہ میں غیر ضروری ہے تو پھر معلوم اسلامی حکومتوں کے بیکار اور ناکارہ وجود کی ضرورت ہی کیا ہے۔ مذہبی آزادی کے مخالف اسلامی حکومتوں کی جس قدر جلد اصلاح ہو گی۔ انسانیت کے لئے زیادہ مفید ہوگا (آریہ گزٹ ۵ ستمبر)

مذہبی اختلاف پر بے رحمانہ قتل

غیر مسلم مذاہب کے لوگ اکثر یہ کہا کرتے ہیں۔ کہ اسلام کی اشاعت کا انحصار زیادہ تر جبر و تشدد اور تلوار پر ہے۔ لیکن مسلم اصحاب اس کی تردید کرتے ہیں۔ اور ان کا دعویٰ یہ ہے۔ کہ اسلام کی عالمگیر اخوت اور اس کے عقائد کی خوبیاں ہی اس کی اشاعت کا خاص سبب ہیں۔ جو ہوا ابھی حال میں کابل کی خبروں سے معلوم ہوا ہے۔ کہ ہز مجسٹی امیر کابل نے ایک احمدی بھائی نعمت اللہ خاں کو اس لئے نہایت بے رحمانہ اور وحشیانہ طریق پر ہلاک کر دیا۔ کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو مسیح موعود مانتا تھا زمین میں زندہ کمر تک گاڑ دینا۔ اور پھر اس کو پتھروں کی مار سے مار دینا کیسا روح فرسا نظارہ ہوگا ایسا سے تو خیال میں ہی یہ نہیں آتا۔ کہ ایک انسان کی اس طرح بھی جان لی جا سکتی ہے! اس ایک واقعہ سے مذہبی معاملات میں اسلامی اسپرٹ کا اچھی طرح اندازہ ہو سکتا ہے۔ اور امیر صاحب کابل کی بابت جو یہ کہا جاتا ہے۔ کہ ان کی سلطنت میں لوگوں کو کامل مذہبی آزادی حاصل ہے۔ یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ (آریہ پتر ۱۴ ستمبر)

کابل میں ایک احمدی کی شہادت

کابل میں مولوی نعمت اللہ نامی ایک احمدی رہا کرتا تھا۔ اطلاع آئی ہے۔ کہ اسے کابل کی عدالت کے فیصلہ سے سنگسار کیا گیا۔ یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ یہ فیصلہ صرف ایک عدالت کا نہیں بلکہ تین عدالتوں کا ہے۔ عدالت ماتحت کی تائید دو اعلیٰ عدالتوں نے کی ہے۔ فیصلہ میں صاف طور پر لکھا ہے۔ کہ اس کو سزائے موت اس لئے دی جا رہی ہے۔ کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کا پیرو ہے۔ اگر ہم غلطی نہیں کرتے۔ تو اس سے پہلے بھی ایک احمدی کو کابل میں سزائے موت دی گئی تھی۔

ہمارا احمدیوں سے سخت اختلاف ہے۔ نہ صرف اخبارات میں ہمیشہ بحث چھڑی رہتی ہے۔ بلکہ آریہ سماج کے اپدیشکوں کو بھی احمدی واعظوں سے مناظرہ کرنا پڑتا ہے۔ ہمارے باہمی تعلقات بھی اچھے نہیں۔ ہم احمدیوں کو کینہ مخالف سمجھتے ہیں۔ مذہب کی حقیقی روح ان کے پاس تک نہیں پھٹکی۔ محض اپنے نام نہاد نبی کی باتوں کو درست ثابت کرنے کے لئے ان لوگوں کو دوسرے کے مصائب میں خوشی ہوتی ہے۔ لیکن باوجود اس کے ہم انہیں مبارکباد دیتے ہیں۔ کہ ان کی جماعت کے ایک فرد واحد نے اپنے مذہب کے لئے شہید ہونا منظور کیا ہے۔ اگرچہ کابل کی عدالت نے کہہ دیا تھا۔ کہ مولوی نعمت اللہ کے لئے توبہ کرنے کے شروع تو بھی نہیں ہے۔ تاہم ان کے لئے باعث فخر ہے کہ انہوں نے آخری وقت تک توبہ نہیں کی۔ نہ ہی ان کی طرف سے کسی کمزوری کا اظہار ہوا ہے۔ پتھر کھا کھا کر مرنا کوئی معمولی بات نہیں یہ ایک نہایت ایذا کی موت ہے۔ باوجود اس کے انہوں نے اسے منظور کیا۔ لیکن احمدی ہونے سے انکار نہیں کیا۔

گورنمنٹ کابل کے لئے یہ باعث فخر نہیں۔ کہ اس کی حکومت میں کوئی احمدی رہ نہیں سکتا۔ اور نہ ہی یہ اسلام کے لئے کوئی اچھی سند ہے۔ کہ اس کے ایک آزاد ملک میں اس کے نام پر اس قدر ظلم ہوتا ہے۔ جن تین عدالتوں نے یہ فیصلہ دیا۔ اور جس گورنمنٹ نے اس فیصلہ کی تعمیل کرائی۔ ان کی ما سنگ اور ستھا کے متعلق ہم کیا کہیں۔ لاہور کے دو اسلامی روزانہ اخبارات کی حالت قابل رحم ہے۔ وہ شروع سے یہی ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کہ مولوی نعمت اللہ نے کوئی ایسا سنگین قصور کیا ہوگا۔ جس سے حکومت کابل کو اس کو سزائے موت دینی پڑی۔ پہلے تو انہوں نے یہ مشہور کیا۔ کہ یہ شخص باغی تھا۔ دشمنوں کے ساتھ ملا ہوا تھا۔ لیکن جب تینوں عدالتوں کے فیصلہ جات نے اس خیال کی تردید کر دی۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ یہ شخص کوئی خاص شرارت کرتا ہوگا۔ ورنہ اور بھی تو کئی احمدی کابل کے قلمرو میں رہتے ہیں۔ غرضیکہ وہ اسلام کی خیر اسی میں سمجھتے ہیں۔ کہ جس طرح ہو۔ امیر کابل کے اس فعل کو مستحسن ٹھہرایا جائے۔ لیکن وہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔

ہمیں احمدی جماعت سے اس معاملہ میں ہمدردی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں۔ کہ وہ پروٹسٹ کرنے میں حق بجانب ہے۔ امیر کابل نے ان کے ایک شخص کی جان لے کر گو ان کے ساتھ بے انصافی کی ہے۔ لیکن در پردہ اس کو بہت فائدہ پہنچایا۔ کوئی سوسائٹی یا کوئی مذہب دنیا میں پھیل نہیں سکتا۔ جب تک کہ اس کے پیرو اس کے لئے شہید ہونے کو طیار نہ ہوں۔ (پرکاش ۱۴ ستمبر)

آریہ سماجی اور سنگساری کے حامی مسلمان

بیسویں صدی علم و تہذیب کے زمانہ میں کسی کو یہ بتلانے کی ضرورت نہیں کہ مذہبی آزادی کے زریں اصول کی پیروی و پاسداری ہر مہذب انسان پر خواہ وہ کسی مذہب و عقیدہ سے تعلق کیوں نہ رکھتا ہو فرض ہے۔ اگر کوئی شخص مذہبی آزادی کے اصول کو پامال ہوتا دیکھ کر اس کے خلاف آواز بلند نہیں کرتا۔ تو وہ اپنے انسانی فرائض کو پورا کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ چنانچہ اسی زریں اصول کی پاسداری کیلئے پچھلے دنوں دہلی کے آریہ پرتنوں نے مولوی نعمت اللہ خاں قادیانی کی سنگساری کے خلاف آواز اٹھائی تھی۔ ظاہر ہے کہ ایسا کرنے میں وہ بالکل حق بجانب تھے۔ اور اپنے ایک انسانی فرض کو پورا کر رہے تھے۔ ان کا مقصد و مدعا محض اس قدر تھا۔ کہ افغان گورنمنٹ اور اس کے ہمنوا لوگوں کو یہ پتہ لگ جائے۔ کہ غریب و بے بس مولوی نعمت اللہ خاں کی سنگساری کو بنظر استحسان نہیں دیکھتی۔ تاکہ آئندہ پھر وہ اس قسم کے حرکات کا ارتکاب نہ کریں۔ ایسی حالت میں چاہئے تو یہ تھا۔ کہ آزادی پسند مسلمان آریہ سماجیوں کی اظہار رائے کی قدر و منزلت کرتے۔ اور مذہبی آزادی کے زریں اصول کی حفاظت میں ان کے ہمنوا ہوتے۔ لیکن معاملہ برعکس ہے۔ کہ انہوں نے الٹی آریہ سماجیوں پر طرح طرح کے الزامات لگانے شروع کر دیئے۔ کوئی کہتا ہے ...

مولوی محمد علی صاحب کی آزادی رائے اور ایمانی جرأت

جناب مولوی محمد علی صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح کے سفرِ یورپ پر خامہ فرسائی کرتے ہوئے ایک اعتراض آزادی رائے اور ایمانی جرأت کے متعلق کیا تھا۔ چنانچہ آپ نے لکھا تھا۔

"آج قادیان کا رنگ بدلا ہوا ہے۔ کہاں وہ زمانہ تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود کے سامنے بڑی جرأت سے ہر قسم کا اعتراض پیش کر دیا جاتا تھا۔ اور حضرت مولوی نور الدین صاحب کے ساتھ ان کے درس کے سننے والے بڑی سختی سے بھی بحث کر لیا کرتے تھے۔ اور کہاں یہ زمانہ کہ میاں صاحب مجلس میں بیٹھیں۔ تو سب لوگ پیری مریدی کے حلقہ کی طرح حلقہ قائم کر کے خاموش رہیں۔ . . . . . آزادی رائے اور ایمانی جرأت وہ جوہر ہے۔ جو تعلیم اسلام کی گویا بنیاد ہے"

مولوی صاحب کے اعتراضات کے کافی وشافی جوابات بزرگان سلسلہ کی طرف سے دیئے جا چکے ہیں۔ درحقیقت مولوی صاحب نے آزادی رائے اور ایمانی جرأت کا جو مفہوم سمجھا ہے۔ وہ غلط ہے۔ آزادی رائے اور ایمانی جرأت کا ہرگز یہ منشاء نہیں۔ کہ مرید اپنے آقا و پیشوا سے گستاخی سے پیش آئے۔ اس قسم کے معترضوں کا ہمیشہ جو حشر ہوا ہے۔ کیا وہ ان کی نظر سے مخفی ہے۔ ایسے معترض تو نظر آگئے کاش ان کے انجام پر بھی نظر رکھتے۔ تو شاید ایسا نہ فرماتے۔

ذرا سنئے۔ قرآن مجید اپنے آقا و پیشوا کے سامنے ہر قسم کا اعتراض بڑی جرأت سے پیش کرنے اور سختی سے بحث کرنے کی نسبت کیا فرماتا ہے۔ پندرھویں پارے کے آخری دو رکوع میں حضرت موسیٰؑ اور اس بزرگ کا واقعہ درج ہے۔ جن کی صحبت سے فیض اٹھانے اور رشد حاصل کرنے کے لئے حضرت موسیٰؑ اس کی تلاش میں نکلتے ہیں۔ اور اس کی ملاقات حاصل ہونے پر حضرت موسیٰؑ فرماتے ہیں . . . . . . قَالَ سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِیْ لَکَ اَمْرًا۔ یعنی انشاء اللہ آپ مجھ کو صابر پائیں گے۔ اور میں آپ کے کسی حکم کے خلاف نہ کروں گا۔ وہ بزرگ جواب میں فرماتے ہیں۔ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْئَلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰٓی اُحْدِثَ لَکَ مِنْہُ ذِکْرًا۔ یعنی اے موسیٰ اگر تم میری اتباع کرتے ہو۔ تو مجھ سے کچھ نہ پوچھنا۔ جب تک میں خود ہی اس کا ذکر تم سے شروع نہ کروں۔ بیشک مولوی صاحب آپ نے تو فرمایا تھا کہ ہر قسم کا اعتراض بڑی جرأت سے پیش کرنا چاہیے۔ لیکن قرآن مجید فَلَا تَسْئَلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ فرما کر مرید کا منہ بند کرتا ہے۔ گویا آپ کے نزدیک آزادی رائے اور ایمانی جرأت کو سلب کرتا ہے۔

آگے چلئے جب حضرت موسیٰؑ بھول سے سوال کر بیٹھے ہیں یہاں تک کہ تیسرے سوال کی نوبت آگئی ہے۔ تو وہ بزرگ فرماتے ہیں۔ قَالَ ھٰذَا فِرَاقُ بَیْنِیْ وَبَیْنِکَ۔ یعنی اے موسیٰ میرے اور تیرے درمیان اب جدائی ہے۔ کیونکہ میں نے تجھے سوال کرنے سے منع کیا تھا۔ اور تجھ سے صبر نہ ہو سکا۔ جناب مولوی صاحب آزادی رائے اور ایمانی جرأت کا اچھا نتیجہ ملا کہ حضرت موسیٰؑ کو اس بزرگ کی صحبت سے ہی جدا ہونا پڑا۔ شاید آپ کے نزدیک تو ان بزرگ کا یہ فعل پسندیدہ نہ ہوگا۔ اور غالباً آپ حضرت موسیٰؑ کی اس آزادی رائے اور ایمانی جرأت کی داد دیتے ہونگے۔

یہ چند سطور ناتکمیل رہیں گی۔ اگر میں حضرت خلیفہ اولؓ کا نوٹ اسی آیت کے متعلق آپ کے فرمودہ درس میں سے نقل نہ کروں۔ امید ہے۔ کہ جناب مولوی صاحب غور فرماویں گے حضرت خلیفہ اولؓ فرماتے ہیں:-

"آیت ۱۱۔ لَا تَسْئَلْنِیْ . . . . اس میں ایک ادب سکھایا ہے۔ میں نے اس ایک فقرے سے بہت بڑا فیض پایا۔ حضرت مرزا صاحب کے سامنے کبھی سوال کرنے میں میں تقدیم نہ کرتا تھا"

جناب مولوی صاحب آپ تو فرماتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود کے سامنے بڑی جرأت سے ہر قسم کا اعتراض پیش کر دیا جاتا تھا۔ لیکن وہ سب سے بڑی جرأت والا انسان فرماتا ہے۔ میں نے حضرت مرزا صاحب کے سامنے سوال کرنے میں کبھی تقدیم نہیں کی گویا آپ کی فرمودہ آزادی رائے اور ایمانی جرأت حضرت خلیفہ اولؓ میں بھی نہ تھی۔ اگر ان سے بڑھ کر کوئی اور ایمانی جرأت والا انسان آپ کو معلوم ہو۔ تو اسے پیش کریں۔ تاہم بھی اسے دیکھ لیں۔ ہاں ایک شرط ہے۔ کہ مرتد عبدالحکیم پٹیالوی کا بھائی نہ ہو۔ تعجب ہے۔ کہ حضرت خلیفہ اولؓ تو فرماویں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فَلَا تَسْئَلْنِیْ میں یہ ادب سکھایا ہے۔ کہ مرید آقا و پیشوا سے سوال نہ کرے۔ اور ادب کو ملحوظ رکھے۔ لیکن جناب مولوی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ بڑی جرأت سے اعتراض کرنا اور سختی سے بحث کرنا ہی آزادی رائے و ایمانی جرأت ہے

ببیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بہ کجا (عبدالحمید از دہلی)

مدرسہ احمدیہ کیلئے ایک گریجویٹ ٹیچر کی ضرورت

جو ہائی کلاس میں انگریزی۔ سائنس۔ جغرافیہ۔ حساب اور اردو قابل اطمینان طور پر پڑھا سکے۔ تنخواہ فی الحال معقول تک حسب الحال دی جائے گی۔

خاکسار محمد اسماعیل۔ قائمقام ہیڈ ماسٹر۔ مدرسہ احمدیہ۔ قادیان

اشتہارات

باجلاس جناب چودھری محمد اسماعیل صاحب اسسٹنٹ کلکٹر درجہ اوّل و صاحب افسر مال بہادر ضلع منٹگمری۔ بمقام منٹگمری

دیوی بخش فریق اول بنام کرم چند وغیرہ فریق ثانی۔
تقسیم کھاتہ ۲۲ شاملات دیہہ موضع ست گورہ
تحصیل اوکاڑہ۔ ضلع منٹگمری

بمقدمہ مندرجہ حصہ داران کھاتہ شاملات مذکور کو بذریعہ اشتہار ہذا مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ وہ بتاریخ ۱۷ ماہ ۱۹۲۴ء اجلاس میں حاضر آدیں۔ بصورت عدم حاضری کارروائی ضابطہ عمل میں لائی جاوے گی۔

آج بتاریخ ۲۰ ؍ اکتوبر ۱۹۲۴ء کو مہر عدالت اور میرے دستخط سے جاری ہوا۔

مہر عدالت — دستخط حاکم

باجلاس جناب ایچ ڈی بھنوٹ صاحب سب ڈویژنل افسر بہادر خوشاب مقیم صدر شاہپور

اشتہار زیر آرڈر ۵ قاعدہ ۲۰ ضابطہ دیوانی

عباس خاں ولد علی خاں ذات پٹھان۔ سکنہ موضع گولے والی تحصیل خوشاب۔ ضلع شاہپور مدعی

بنام

امام شاہ ولد نامعلوم و امیر حسین شاہ ولد امام شاہ اقوام سید مزارعان سکنائے موضع گولے والی تحصیل خوشاب ضلع شاہپور مدعا علیہم

دعوے دلاپانے مبلغ ۴۷ روپیہ بابت پیداوار حصہ لگان فصل خریف ۱۹۲۱ء لغایت فصل ربیع ۱۹۲۴ء منجملہ پیداوار اراضی کھاتہ مشترکہ زیر حرف ک شق دوم دفعہ ۷۷ ایکٹ ۱۷ ۱۸۸۷ء۔

مقدمہ مندرجہ بالا میں سمن ہائے مجریہ سے پایا جاتا ہے کہ امام شاہ و امیر حسین شاہ مدعا علیہم مفقود الخبر ہیں۔ لہٰذا بذریعہ اشتہار زیر آرڈر ۵ قاعدہ ۲۰ مشتہر کیا جاتا ہے۔ کہ اگر مدعا علیہم تاریخ مقررہ ۱۰ ؍ ۱۱ ؍ ۲۴ء اصالتاً یا وکالتاً حاضر ہو کر پیروی مقدمہ نہ کریں گے۔ تو مدعا علیہم کے خلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں آوے گی۔ ۱۰ ؍ ۱۰ ؍ ۲۴ء

آج ہماری مہر عدالت اور دستخطوں سے جاری ہوا۔

مہر عدالت — دستخط حاکم